التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۶، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء

اسلامی نظامِ عدالت کا قیام وافادہ عام

ڈاکٹر احمد رضا
صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، نبی باغ زیڈ ایم گورنمنٹ کالج، اسلام آباد

Abstract

Long ago before the emergence of Islam peopele lived in tribes and they often choose the one as a leader who can do justice and maintain equality among them. The ruler's decision would be final and people had to accept it anyway. Islam had given a new ray to justice in spite of being tying people in groups or tribes it had given the whole world a vision of equality with 'Musawaat'. The Holy Quran has affirmed this concept and our beloved Prophet have endorsed it by founding the very first Islamic state in Madina and making each muslim brother of the other.Islam had stressed upon fairness and justice among societyin all norms and forms.It has been stipulated by Quran in many occasions.Our beloved prophet had laid many practical examples.Islam not only emphasizes on giving justice but also recommends implementing in our daily lives.Islam has always asked for fairness in public dealing whether its business or common grocery.It's not only an integral part of muslim society but justice to non-muslim is also the responsibility of a muslim state.In the Islamic statea citizen from any other religion must be given equal state and justice.

Key words:Justice,Islamic Law, Social Justice

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین ''اسلام'' کے خطہء عرب میں اعلان واظہار سے قبل پوری دنیا میں بالخصوص سیاسی وحدت کا مرکز ''قبیلہ'' تصور کیا جاتا تھا۔ قبیلے کی رکنیت ہر شخص کی جان مال اور عزت کی حفاظت کی ضمانت تھی۔ قبیلے کا سردار مختلف خصوصیات کا حامل، عدل وانصاف اور فکر ودانش میں ممتاز ہوتا تھا۔ زیادہ تر عوام اس شخص کو ہی سردار بننے کا اہل سمجھتے تھے جس میں عدل وانصاف کرنے اور اسے فی الفور نافذ کرنے کی صلاحیت ہو۔ علاوہ ازیں ''حکم'' بھی مقرر کئے جاتے تھے جن کا کام اپنی فکر ودانش کی صلاحیت کے باعث لوگوں کے تنازعات کو حل کرنا تھا۔ ان کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا اور فریقین اسے قبول کرنے کے پابند ہوتے تھے۔ اسلام نے قبیلے اور گروہ کے تصور کی بجائے عالم انسانیت کو عالمگیر تصورِ ملت وامت دیا۔ اسلام نے اہل اسلام کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا اور

قرآن مجید نے اس پر مہرِ تصدیق ثابت کر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (۱)

اس کے ساتھ ہی اسلام نے افراد میں عدل وانصاف کی یقینی فراہمی کے لئے سرداروں اور قبائلی نظام کے بجائے ریاست کے زیر اہتمام منصف اور حکم کے شعبہ جات کو پروان چڑھایا۔ ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دینے اور مظلوم کی دادرسی کیلئے آپ ﷺ نے ہدایات الٰہیہ کی روشنی میں نظام عدل قائم فرمایا۔

لغوی اعتبار سے عدل کے معنی ہیں: برابری کرنا، انصاف کرنا۔ (۲)

شرعی اصطلاح میں عدل کا مفہوم یہ ہے کہ احکامات ربانی اور ہدایاتِ مصطفوی ﷺ کی روشنی میں ظالم اور مظلوم کے درمیان حق کا معاملہ کرنا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عدل کی ضرورت ہوتی ہے اور نظام عالم بھی عدل کی وجہ سے قائم اور رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے درمیان معاشرتی توازن کے قیام کیلئے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ (۳)

عدل قانون کی بالادستی کیلئے جبکہ احسان اخلاق کی تکمیل کیلئے ضروری ہے۔ نظام عالم کی اصلاح کیلئے اولاً عدل کرنے کا حکم دیا گیا اور عفو ودرگزر کیلئے ثانیاً احسان کا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی نجی ومعاشرتی زندگی کے تمام اہم شعبوں میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدل وانصاف کی سب سے پہلی ضرورت انسان کی گھریلو زندگی میں ہوتی ہے۔ چناچہ ازدواجی زندگی میں اس کی رہنمائی اس طرح فرمائی گئی۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (۴)

''سو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم متعدد بیویوں میں عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کافی ہے۔''

انسان کی معاشرتی زندگی کے عام معاملات میں عدل وانصاف کی سب سے زیادہ احتیاج خرید وفروخت اور لین دین کے وقت ہوتی ہے۔ اس صورت میں ناپ تول میں عدل کرنا بے حد ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ (۵)

''اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کرو۔''

اسلام ہر حالت میں عدل وانصاف کرنے کا حکم دیتا ہے چاہے اپنوں کے ساتھ ہو یا دشمنوں کے ساتھ۔ دشمنوں سے عداوت ورقابت انصاف کی عظمت کو پامال نہ ہونے دے۔ اگرچہ یہ نہایت مشکل امر ہے تاہم اس صورت میں اجر بھی عظیم بیان کیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (۶)

''اور کسی قوم کی عداوت تمہیں ناانصافی پر نہ ابھارے۔ تم عدل کرتے رہو یہ عمل پرہیزگاری کے بہت قریب ہے۔''

یہود ونصاری اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔ وہ دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اس کے باوجود وحی الٰہی بزبانِ مصطفیٰ ﷺ یوں بیان ہوئی۔

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (۷)

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔''

اسی پیرائے میں ایک اور مقام پر یہود ونصاری کے ساتھ عدل وانصاف کا حکم رب العالمین نے کچھ اس طرح سے دیا ہے

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْن (۸)

''اے نبی کریم ﷺ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمانا بے شک اللہ عزوجل انصاف کرنے والے کو دوست رکھتا ہے۔''

قرآن مجید نے عدل وانصاف کرنے والے کو اپنا دوست بیان فرمایا ہے یہ بہت بڑی عظمت کی بات ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ منصف اللہ کی رضا کی خاطر ہر حالت میں انصاف کرے، اس کیلئے خود ہدایت یافتہ اور پرہیزگار ہونا ضروری ہے۔ چناچہ سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيم (۹)

''اور جو شخص انصاف کا حکم دے تو وہ خود بھی سیدھے راستے پر ہو۔''

تورات میں عدل وانصاف کی ہدایت

تورات میں اللہ عزوجل نے انصاف کا تاکیدی حکم دیا تھا چنانچہ موجودہ زمانہ کی تورات میں انصاف کے بارے میں یہ عبارت موجود ہے:

''تو حکومت میں بے انصافی نہ کر غریب وامیر کو نہ دیکھ بلکہ انصاف سے اپنے بھائی کی عدالت کر۔''(۱۰)

اسوۂ نبوی ﷺ میں عدل وانصاف

رسول اکرم ﷺ نے ہدایتِ ربانی کی روشنی میں عدل وانصاف کی نہ صرف مسلمانوں کو ہدایت فرمائی بلکہ بذات خود عدل وانصاف کی عظیم الشان مثال قائم کی اور امت کے لئے اسوۂ حسنہ چھوڑا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دنیا میں عدل کرنے والے قیامت کے دن رحمان کی دائیں جانب نور کے منبروں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے اور اللہ کے دونوں اطراف دائیں ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فیصلہ کرتے وقت انصاف کرتے ہیں۔ اور اپنے اہل وعیال اور اپنے منصب سے انصاف کرتے ہیں۔''(۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ مروی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انصاف کرنے والے کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین پر حد قائم کرنا چالیس

سال کی بارش سے زیادہ صفائی کا باعث ہے۔'' (۱۲)

رسول اللہ ﷺ نے بحکم خداوندی تیرہ سال حجاز میں دعوت دین کا فریضہ سرانجام دیا۔ دین کی یہ دعوت اہل مدینہ تک بھی پہنچی۔ اوس اور خزرج قبائل کے سرداران کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اسلام قبول کریں۔ ان کی دعوت پر حضور ﷺ باذنِ الٰہی ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے۔ مدینہ منورہ میں یہود بھی آباد تھے لیکن مدینہ منورہ کا نہ تو کوئی فرمانروا تھا اور نہ ہی انتظامی و عدالتی ڈھانچہ۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں باقاعدہ ریاست اسلامی قائم فرمائی اور مہاجرین و انصار اور تمام قبائل مدینہ کو باہم متحد کر کے دنیا کا پہلا تحریری دستور تشکیل دیا جو دستورِ مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی تمام تفصیلات کتب سیرۃ و تاریخ و حدیث میں موجود ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ہم یہاں صرف دو اجزاء ضبطِ تحریر میں لاتے ہیں:

i۔ وانکم مهمااختلفتم فيه من شيء فان مرده الی الله عزوجل والی محمد ﷺ

ii۔ وانه ماكان بين اهل هذه الصحيفة من حدث اواشتجاريخاف فساده فان مرده الی الله عزوجل والی محمد ﷺ (۱۳)

''جب کبھی تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ عزوجل اور محمد ﷺ کی طرف پیش کرنا ہوگا اور جب اس دستور والوں کے درمیان کوئی حادثہ یا تنازعہ واقع ہو جائے جس سے فساد کا اندیشہ ہو تو اسے اللہ عزوجل اور محمد ﷺ کے حضور پیش کرنا ہوگا۔''

دستورِ مدینہ کی یہ شقیں واضح کر رہی ہیں کہ تمام قبائل بشمول یہود نے آنحضرت ﷺ کو مدینہ کا فرمانروا اور منصفِ اعظم تسلیم کر لیا۔ ان کے تمام قانونی، انتظامی، عدالتی، معاشرتی اور دیگر تنازعات کو حل کرنے والی ہستی صرف اور صرف آپ ﷺ کی ہی تھی۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے عدل وانصاف کی ایسی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو تا قیامت عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ اور اسوۂ حسنہ بن گئیں۔ حضور انور ﷺ کی خدمت میں پیش ہونے والے مقدمات کی مکمل تفتیش کی جاتی، فریقینِ مقدمہ کو اپنا نقطہ نظر پوری آزادی کے ساتھ پیش کرنے کی اجازت ہوتی تھی۔ امیر و غریب، طاقتور اور کمزور سب کو یکساں طور پر عدالت مصطفوی ﷺ میں حقوق حاصل تھے۔ اعترافِ جرم، گواہ اور ثبوتوں کی بنا پر فیصلہ کیا جاتا۔ علاوہ ازیں مصالحت کے ذریعے بھی تنازعات کو ختم کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ ایک اونٹنی کے تنازعہ کے متعلق فیصلہ مصالحتِ فریقین کی بنا پر کیا گیا۔ (۱۴)

دنیا واقف حال ہے کہ کسی بھی معاشرہ کی ترقی اور خوشحالی کا انحصار امن پر ہے اور امن قائم رکھنے کے لئے قانون کی بالادستی اور اس پر عمل بلاتفریق رنگ ونسل، منصب و وجاہت اور مال و دولت بہت ہی ضروری ہے۔ عدالتی حکم کی موثر، فی الفور اور کامیاب تنفیذ ہی قانون کی بالادستی ہے۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں ریاستِ مدینہ میں قانون کے مؤثر نفاذ کے لئے ایک مضبوط انتظامی مشینری بھی تشکیل دی گئی تھی جس کے سربراہ حضرت قیس بن سعدؓ تھے۔ اراکین میں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ، حضرت انسؓ اور حضرت قرۃؓ شامل تھے۔ (۱۵)

عدالتِ مصطفوی ﷺ کے فیصلے پر مؤثر عمل درآمد کے لئے یہ مشینری ہمہ وقت مستعد رہتی تھی، کوئی شخص دنیاوی اعتبار سے

کتنا ہی بلند رتبہ خیال کیا جاتا ہو وہ بھی قانون کی گرفت سے بچ نہیں سکتا تھا۔ سلطنت مدینہ کے عظیم الشان قیام اور دنیا میں اسلام کے روز بروز فروغ کے بعد حدودِ سلطنتِ اسلامیہ میں وسعت کے ساتھ ہی عدلیہ اور انتظامیہ کو بھی وسیع کیا گیا۔ ہر علاقہ کی ضرورت کے مطابق قراء، علما اور عمال و قضاۃ صحابہ کرام کو وہاں بھیجا گیا۔ مکہ مکرمہ کی عظیم الشان فتح اور قانون اسلامی کے نفاذ کے بعد حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا عامل اور جج مقرر کیا گیا۔ حضرت ابو موسیٰ العشریؓ کو نصف یمن اور عدن کا، حضرت علیؓ کو نصف یمن کا، حضرت عمرو بن العاصؓ کو عمان کا، حضرت سعد بن ربیعہؓ کو طائف کا، حضرت عبدالرحمٰن الخزاعیؓ کو خراسان کا، حضرت العلٰی بن حضرمیؓ کو بحرین کا، حضرت عمرو بن حزام انصاریؓ کو نجران اور زیاد بن لبیبؓ کو حضرموت کا عامل و قاضی مقرر کیا گیا۔ آنحضورﷺ اکثر مقدمات کا فیصلہ خود فرماتے تھے بعض اوقات صحابہ کرام کی تربیت کے لئے ان سے بھی فیصلے کرواتے۔ مسند احمد میں ہے:

> ’’حضرت عمرو بن العاصؓ مروی ہیں رسول اللہ ﷺ کے حضور دو اشخاص کو پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمرو ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فیصلہ کرنا تو آپ کا منصب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے پھر بھی تم فیصلہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں ان دونوں کے درمیان فیصلہ کروں تو مجھے کیا اجر ملے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے ان کے درمیان درست فیصلہ کیا تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی۔ اور اگر تم سے خطاء ہوگئی تو تمہیں ایک نیکی ملے گی۔‘‘ (۱۶)

حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی مقرر کرتے ہوئے حضور انور ﷺ نے ہدایت فرمائی:

> ’’جب دونوں فریق تمہارے سامنے اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائیں تو جب تک تم دوسرے فریق کو فریقِ اول کی طرح سن نہ لو فیصلہ نہ کرنا یہ عمل تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہوگا۔ اس طرح تم پر فیصلہ کرنا پوری طرح ظاہر ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس ہدایت کے بعد میں نے بطور قاضی کبھی غلطی نہیں کی اور نہ ہی کسی فیصلے میں شک میں مبتلا ہوا۔‘‘ (۱۷)

عہد حاضر میں اسلامی قانونِ عدل کے تحت انصاف کی یقینی فراہمی

موجودہ دور میں پوری دنیا میں جرائم میں بے پناہ اضافہ ہو چکا ہے جرائم پیشہ افراد نہایت سفاکی اور بے باکی کے ساتھ سرِ عام جرائم کرتے اور دندناتے پھرتے ہیں۔ جرائم کا خاتمہ اور انسداد ہی معاشرے کے امن وراحت کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جرائم کی بیخ کنی پر بہت زور دیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں جرائم کو مختلف ناموں سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً: فحش اور فحشاء کے الفاظ کھلی بے حیائی کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ فاحشہ کا لفظ زنا کے لئے بیان کیا گیا ہے، منکر کا لفظ برائیوں کے لئے بیان ہوا ہے جو معاشرے کے توازن کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہیں، اثم اور ذنب گناہ کے لئے استعمال ہوئے ہیں، عدوان اور بغی کے الفاظ زیادتی اور تعدی کے لئے اور فساد کا لفظ تخریب کاری اور دہشتگردی کے لئے بیان ہوا ہے۔ ان الفاظ کے سرسری مطالعے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان جرائم کے مرتکبین کس قدر قابلِ نفرت ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جرائم کے خاتمہ کے لئے ٹھوس عمل پر زور دیا ہے اور مجرمین کے لئے سخت سزائیں دینے کا اختیار بھی عطا کیا ہے تاکہ معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بنا رہے۔ ظلم وستم کی صورت

میں ظالم سے ظلم کا بدلہ پورے انصاف کے ساتھ لینے کا قرآنی حکم ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنتَصِرُونَ، وَجَزَاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ، وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُوْلَئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ (۱۸)

''اور جن لوگوں پر ظلم ہوا تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہی ہے اور جو کوئی ظلم کئے جانے کے بعد اس کا بدلہ لے تو اس پر ملامت کی کوئی راہ نہیں ہے۔''

قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کے بارے میں واضح حکم ربانی موجود ہے۔

وَمَن قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورا (۱۹)

''اور جو کوئی ظلماً قتل کیا گیا تو اس کے وارث (حکومت وقت) کو ہم نے قاتل کو قصاصاً قتل کرنے کی طاقت عطا کردی ہے۔ تو وہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے بے شک اس کو (حکومت کو) مدد دے دی گئی ہے۔''

قرآنی حکم کے مطابق ظالم کو اس کے ظلم کی سزا بطور بدلہ وقصاص دینا لازم ہے۔ یہ افراد کا کام نہیں بلکہ ریاست وحکومت کی ذمہ داری ہے اور اس میں بھی اسلام نے عدل وانصاف کے تقاضے پورے کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کے لئے عدالتی نظام اور انتظامی مشینری کی اصلاح بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ فوری اور سستا انصاف معاشرے کے امن کے لئے ناگزیر ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس انور ظہیر جمالی نے اس سلسلے میں ایک خوبصورت بیان دیا ہے جسے ہم یہاں تحریر کرنا بہتر سمجھتے ہیں:

''اگر نظام عدل سے عوام کا اعتماد اٹھ گیا تو انتشار پھیلنے کا خدشہ پیدا ہو جائے گا۔ امن وامان قائم کرنا عدلیہ کا نہیں حکومت کا کام ہے۔'' (۲۰)

قرآن وسنت کی روشنی میں نظامِ عدل قائم کر کے ہم معاشرے میں امن، خوشحالی اور ترقی لا سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہر ادارے اور ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ عدالت کے طریقہ کار کو آسان بنانا، جلد از جلد مقدمات کی شنوائی، گواہوں کو تحفظ کی یقینی فراہمی، عدالتی فیسوں کا خاتمہ یا نہایت کم فیس، موبائل عدالتوں کا قیام، عدالتوں میں ججوں کا تقرر، انتظامی اداروں کی تیز رفتاری اور دیانتدارانہ کاروائی جیسے اقدامات سے عوام کو یقینی فائدہ پہنچے گا اور انصاف کا بول بالا ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔الحجرات ۴۹:۱۰

۲۔بلیاوی،عبدالحفیظ،مصباح اللغات،مطبوعہ خزینۂ علم وادب،س ن،مادہ: ع دل،ص ۵۰۴

۳۔النحل ۱۶:۹۰

۴۔النساء ۴:۳

۵۔الانعام ۶:۱۵۲

۶۔المائدہ ۵:۸

۷۔شوریٰ ۴۲:۱۵

۸۔المائدہ ۵:۴۲

۹۔النحل ۱۶:۷۶

۱۰۔تورات،کتاب احبار،باب ۱۹،مطبوعہ دی گڈ نیئز انٹرنیشنل پاکستان،۱۹۹۸ء

۱۱۔امام مسلم،مسلم بن حجاج قشیری،صحیح مسلم،کراچی،قدیمی کتب خانہ،۱۳۷۸ھ،ج ۲،ص ۱۲۱

۱۲۔امام ذیلعی ، جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف،نصب الرایہ،ہندوستان،مطبوعہ مجلسِ علمی سورۃ ہند،۱۳۵۷ھ،ج ۴،ص ۶۷

۱۳۔ابن ہشام،سیرۃ النبی،مصر،مطبوعہ بولاق،۱۳۹۸ھ،ج ۱،ص ۴۴۶

۱۴۔امام ابن ماجہ،ابوعبداللہ محمد ابن ماجہ،سنن ابن ماجہ،ملتان،مکتبہ امدادیہ،۱۴۳۰ھ،کتاب الحدود،ج ۲،ص ۸۰

۱۵۔سعیدی،علامہ غلام رسول،شرح صحیح مسلم،لاہور،مطبوعہ فرید بک اسٹال،۲۰۰۶،ج ۵،ص ۴۶

۱۶۔امام احمد بن حنبل،مسند احمد، بیروت،مطبوعہ دارالفکر،۱۴۳۰ھ،ج ۴،ص ۴۶

۱۷۔امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث ،سنن ابی داؤد،ملتان،مکتبہ امدادیہ،۱۴۲۶ھ،کتاب الاقضیہ،باب القضاء

۱۸۔شوریٰ ۴۲:۳۹ تا ۴۱

۱۹۔اسراء ۱۷:۳۳

۲۰۔روزنامہ جنگ کراچی،۱۴ نومبر ۲۰۱۵،ص:۱